شفاعت کے مضمون کی لطیف تشریح

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۴؍ دسمبر ۱۹۸۷ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیت کی تلاوت کی:

وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ﴿۲۷﴾ (النجم: ۲۷)

قرآن کریم کی جس آیت کریمہ کی میں نے تلاوت کی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ کتنے ہی فرشتے آسمانوں میں ایسے ہیں کہ ان کی شفاعت کچھ بھی کام نہیں آتی یا کوئی بھی حقیقت نہیں رکھتی مگر اس کے بعد کے خدا تعالیٰ ان کو شفاعت کی اجازت عطا فرمادے اس کے لئے جس کے لئے وہ چاہے اور جس سے وہ راضی ہو۔

اس آیت میں جو شفاعت کا مضمون بیان ہوا ہے آج میں نے اس مضمون کو ایک خاص وجہ سے اختیار کیا ہے۔ مختلف احباب جماعت جو دعاؤں کے خط لکھتے ہیں بعض کے مسائل اتنے الجھے ہوئے ہوتے ہیں یا دنیا کی نظر میں ان کی بیماریاں ایسی بڑھ چکی ہوتی ہیں، ایسی شدت اختیار کر چکی ہوتی ہیں کہ دنیا کے علم کے لحاظ سے وہ ناقابلِ شفا قرار دیئے جاتے ہیں اور بھی ایسے مسائل ہیں مثلاً ایک عورت ہے جس کا بچہ ہو ہی نہیں سکتا دنیاوی علم کے مطابق یا ایک مرد ہے جس کو تولید کی طاقت ہی نصیب نہیں ہوئی اسی قسم کے اور بہت سے معاملات ہیں جن میں چونکہ احمدی کو دعا کی عادت ہے، دعا پر انحصار کی عادت ہے اور دعا سے ایک لاینفک تعلق احمدی کو قائم ہو چکا ہے۔ اس لئے وہ ایسے معاملات

میں بھی دعا کے لئے لکھتے ہیں۔ جب ان کو دعا کا مضمون سمجھایا جاتا ہے تو بعض دفعہ اپنی لاعلمی میں وہ یہ کہہ دیتے ہیں کہ اچھا پھر ہماری شفاعت کر دیں کیونکہ شفاعت کے آگے تو کوئی چیز بھی ناممکن نہیں۔اس کا طبعی جواب جو قدرۃً طبعاً اور فوراً ذہن میں ابھرتا ہے وہ یہی ہے کہ :۔ مَنْ ذَاالَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ (البقرہ:۲۵۶) کہ اللہ کے سوا، اللہ کی اجازت کے سوا وہ ہے کون جو خدا کے حضور شفاعت کر سکے اور یہ اتنی عظیم الشان اور پُر ہیبت آیت ہے کہ اس کے اثر سے انبیاء بھی الگ نہیں، اس کے دائرہ اثر سے انبیاء بھی باہر نہیں۔اسی مضمون کی یہ دوسری آیت ہے لیکن اس آیت میں فرشتوں کا بطور خاص ذکر فرمایا گیا ہے۔اس کی طرف میں دوبارہ آتا ہوں لیکن اس سے پہلے میں یہ بتادوں کہ جب میں ان کو یہ لکھتا ہوں کہ شفاعت تو صرف خدا کے اختیار میں ہے وہ جس کو اجازت دے وہی شفاعت کر سکتا ہے اور میں عاجز اور کم حیثیت انسان اپنے آپ کو اس مقام پر نہیں سمجھتا کہ اللہ تعالیٰ وہ منصب عطا فرمائے جس میں اس کا اور بندے کا شفاعت کا تعلق پیدا ہوتا ہے۔تو اس پر یہ سوال اُٹھتے ہیں کہ کیا وہی لوگ جو کسی نبی کی زندگی میں پیدا ہوئے اور نبی سے ان کا تعلق قائم ہوا کیا صرف وہی ایسے خوش نصیب ہیں جن کو شفاعت نصیب ہوسکتی ہے اور وہ تمام زمانے جو انبیاء کے بغیر ہیں یعنی انبیاء کے بغیر ان معنوں میں کہ اس وقت کوئی نبی جسمانی لحاظ سے زندہ موجود نہیں۔ کیا وہ سارے شفاعت کے مضمون سے خالی زمانے ہیں اور شفاعت کا کوئی فائدہ ان زمانوں میں نہیں پہنچ سکتا؟ اس سوال کا جواب دینے کے لئے میں نے اس آیت کو اختیار کیا ہے اور اس پر کسی قدر تفصیل سے روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آسمانوں میں خدا کے ملائک ہیں اور ان کی بھی یہ حیثیت ہے ان کو بھی خدا تعالیٰ نے ایسے مناصب عطا فرمائے ہیں کہ جب خدا ان کو اجازت دے ان بندوں کے لئے جن کے لئے وہ چاہے اور جن سے وہ راضی ہو تو ان کو ان کے لئے شفاعت کی اجازت دے دیتا ہے۔

پس یہ کہنا کہ بنی نوع انسان پر کبھی بھی ایک ایسا دور آتا ہے جس میں ان کے لئے شفاعت ہو ہی نہیں سکتی یہ غلط ہے۔قرآن کریم یہ بتاتا ہے کہ شفاعت کا ایک جاری وساری سلسلہ ہے یعنی نظام ہے جو خدا تعالیٰ کی مرضی سے حرکت میں آجاتا ہے اور اس کی مرضی کے بغیر حرکت میں نہیں آتا اور ہر وقت آسمان پر ایسے ملائک خدا کی طرف سے مامور ہیں جو شفاعت کے منصب پر بھی قائم کئے جاتے

ہیں۔اب سوال یہ ہے کہ ایسے ملائک سے کیسا رابطہ ہو؟ کیونکر ان سے تعلق قائم ہو جس کے نتیجے میں انسان کو بعض مواقع پر ان کی شفاعت نصیب ہو جائے۔

یہ شفاعت کا مضمون بہت ہی اہم ہے اور بہت ہی وسیع ہے۔اس کے سارے پہلو تو آج بیان نہیں ہوسکیں گے مگر چونکہ بعض سوال بار بار اٹھائے جاتے ہیں اس لئے ان سے تعلق رکھنے والے بعض پہلو میں اس آیت کی روشنی میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

پہلی بات تو یہ قابل غور ہے کہ وہ فرشتے ہیں کون اور کیسے ان کا علم ہو اور کیا ان سے ذاتی تعلق قائم ہو اور کیا بعض فرشتوں کو بعض دوسرے فرشتوں پر ترجیح دی جائے اور اس کے نتیجے میں جس طرح عیسائیوں میں بعض Saints کے ساتھ تعلق قائم کر لیا جاتا ہے یا بگڑے ہوئے زمانے کے بعض مسلمانوں میں بعض پیروں کے ساتھ محبت کا تعلق قائم کر لیا جاتا ہے اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ ہر مشکل کے وقت مشکل کشائی کریں گے۔کیا نعوذ باللہ من ذالک اسی قسم کا مضمون بیان ہوا ہے؟ ہر گز نہیں بلکہ اس سے بالکل مختلف مضمون ہے اور ملائک کے متعلق قرآن کریم ہمیں فرماتا ہے کہ تمام ملائک پر ایمان لانا ضروری ہے اور جس طرح تمام انبیاء پر ایمان لانا ضروری ہے اور ایک نبی اور دوسرے نبی کے درمیان فرق نہیں کیا جاسکتا رسالت کے اعتبار سے وہی مضمون ملائک کے اوپر بھی چسپاں ہوتا ہے اور کسی فرشتے کے ساتھ ایسی دوستی اور ایسا تعلق کہ کسی دوسرے فرشتے کے ساتھ تعلق توڑنے پر منتج ہو جائے اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

اس لئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ میرا تو فلاں فرشتہ ہے اور تمہارا فلاں فرشتہ ہے تمہارا فرشتہ تمہاری مدد کرے گا اور میرا فرشتہ میری مدد کرے گا اور اس طرح کائنات میں شرک کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو جائے۔اس لئے سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ تعلق کو سمجھا جائے پھر باقی مضمون خود بخود واضح ہو جائے گا اور جو بظاہر ٹکراؤ کی اور شرک کی شکلیں ابھری ہوئی دکھائی دیتی ہیں وہ ساری آناً فاناً نظر سے غائب ہو جائیں گی یعنی بے حیثیت اور بے معنی شکلیں ہیں ان کا اس آیت سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔

ملائک کے مضمون کو قرآن کریم نے بڑی تفصیل سے مختلف آیات میں بیان فرمایا اور جو ملائک کے کام بیان فرمائے گئے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام کائنات کا ہر قانون بعض ملائک کے

تابع کارفرما ہے اور یہ کائنات از خود بغیر کسی نگران اور بغیر کسی طاقت دینے والے کے خود بخود نہیں چل رہی۔ چنانچہ کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝ (المؤمن:۸)

یعنی خدا کے ایسے فرشتے ہیں جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ وَمَنْ حَوْلَهٗ اور عرش کے اردگرد جو بھی اس کا ماحول ہے جو بھی عرش سے تعلق رکھنے والی چیزیں ہیں ان سب کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ اپنے رب کی تسبیح کرتے ہیں اس کی حمد کے ساتھ۔

اس آیت میں جو پہلا حصہ ہے يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ **نعوذ باللہ من ذالک** خدا تعالیٰ کسی تخت پر بیٹھا ہوا ہے جیسا کہ بعض دفعہ جاہلانہ تصور میں یہ ایسی تصویر پیش کی جاتی ہے کہ عرش پہ بیٹھا ہوا ہے اور فرشتوں نے اس کا بوجھ اٹھایا ہوا ہے۔ خدا تعالیٰ تو ساری کائنات کو اٹھانے والا اور اس کا پیدا کرنے والا اسی کی طاقت سے ہر چیز قائم ہے فرشتے اس کی طاقت سے قائم ہیں۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ خدا **نعوذ باللہ من ذالک** کسی جسمانی نوعیت کے عرش پر یا کسی بھی نوعیت کے عرش پر اس طرح بیٹھا ہو کہ فرشتے اگر اس تخت کو چھوڑ دیں تو وہ نیچے گر پڑے۔ اوّل تو اونچا اور نیچے کا جو تصور ہے حقیقی اس میں یہ بات کسی طرح بھی سجتی نہیں لیکن اس بات کو چھوڑ بھی دیں اونچے اور نیچے کا جو بھی تصور ہو خدا کا عرش اٹھانے کا کچھ اور مطلب ہے، یہ مطلب بہر حال نہیں کہ خدا کا انحصار، خدا کی شان کا انحصار کسی دوسری ذات پر ہے۔ اس لئے عرش سے مراد یہاں جیسا کہ عرش عظیم کے لفظ سے بھی معلوم ہوتا ہے خدا کی کائنات ہے خدا تعالیٰ نے جو کچھ بھی پیدا کیا ہے من حیث المجموع وہ ساری کی ساری خدا کی کائنات عرش کے لفظ کے تابع ہے۔ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ **کا مطلب یہ ہے کہ یہ نظام کائنات عظیم الشان اور لامتناہی جو تم دیکھ رہے ہو یہ تمام کا تمام خدا کے مامور کردہ فرشتے چلا رہے ہیں از خود یہ نظام نہیں چل رہا۔** جس پہلو سے بھی تم دیکھو، جس باریک نظر

سے بھی تم مطالعہ کرو ہر قانون کے پیچھے ایک اور قانون، لطیف تر قانون اس قانون کا محرک اور موجب بنا ہوا نظر آئے گا اور آخری باگ ڈور نظام کائنات کی خدا کے مقرر کردہ فرشتوں کے ہاتھ میں ہے۔

اس کی لاانتہا مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ آپ جس علم کے بھی ماہر ہوں یا جس علم سے بھی آپ کا تعلق ہو اس پر آپ غور کر کے دیکھیں تو ہمیشہ یہی جواب نظر آئے گا کہ کچھ طاقتیں پس پردہ کارفرما ہیں جن کے نتیجے میں بعض چیزیں ہمیں متحرک یا ازخود متحرک نظر آتی ہیں۔

اب آپ کے جسم کے عضلات ہیں اور سارا جسم اور اس کی حرکت اور اس کی زندگی عضلات کی حرکت اور زندگی پر مبنی ہے اور بظاہر انسان یہی سمجھتا ہے کہ خون کی طاقت سے براہ راست عضلات حرکت میں آگئے۔ یہ درست ہے کہ خون کی طاقت سے وہ حرکت میں آتے ہیں لیکن ہر عضلہ پر اعصاب کی ایک نس مقرر ہے جس کی طاقت عضلہ اور خون کی طاقت کے مقابل پر بظاہر کوئی بھی حیثیت نہیں رکھتی۔ اتنی خفیف سی برقی رو اس میں دوڑتی ہے اور اتنی معمولی سی کیمیائی تبدیلی اس کے اندر پیدا ہوتی ہے کہ سارے اعصاب کی پوری طاقت کا مجموعہ بھی ایک عضلہ کی طاقت سے کم ہوتا ہے اگر اسے بجلی کے پیمانوں پر اور قوت کے ظاہری پیمانوں پر ناپا جائے لیکن سارے جسم کی طاقت موجود رہے اور عضلات کا نسوں سے تعلق ٹوٹ جائے تو اسی کو ہم مفلوج کہتے ہیں بالکل بے معنی اور بے حقیقت ہو کہ رہ جاتی ہیں وہ طاقتیں جو بظاہر ازخود کارفرما نظر آتی ہیں اور اس تعلق کا جو مرکز ہے وہ دماغ یعنی ظاہری دماغ نہیں بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس طرح اس مضمون پہ روشنی ڈالی ہے اس اعصابی نظام کا مرکز روح ہے اور اس کا اور دماغ کا ایک رشتہ ہے اور ہر حکم جو عضلات کو دیا جاتا ہے وہ اس روح کے واسطے سے پہنچتا ہے۔

یہاں تک تو دنیا کے ماہرین کی نظر بھی پہنچنے لگ گئی ہے۔ اتنی بات کو تو اب جو اعصاب کے ماہر ڈاکٹرز ہیں اور نیورولوجسٹ بڑے بڑے چوٹی کے سرجنز (Surgeons) وغیرہ بھی جیسا کہ میں پہلے کئی دفعہ سوال و جواب کی مجالس میں بیان کر چکا ہوں وہ اس مضمون کو نہ صرف پہنچ چکے ہیں بلکہ بڑے دھڑلے سے عام دنیا دار یا مادہ پرست علماء کے مقابل پر کھڑے ہو کر یہ اعلان کرنے لگ گئے ہیں کہ دماغ اپنی ذات میں کوئی چیز نہیں ہے یہ تو ایک آلہ کار ہے اور اس کے پیچھے کوئی طاقت ہے جسے ہم جیسے Brain کے مقابل پر Mind کہتے ہیں اس طرح دماغ کے مقابل پر اسے روح قرار دیا

جا سکتا ہے اور مختلف دنیا کی زبانوں میں اسے مختلف نام دیئے جاتے ہیں۔

پس بالآخر کائنات کے ہر نظام کے ہر جزء کی تان روحانیت پر ٹوٹتی ہے اور اس سے اگلا قدم فرشتوں کا ہے۔ ہر چیز پر فرشتے مامور ہیں اور ان فرشتوں کی اصل طاقت سے ساری کائنات رواں دواں ہے اور ان کے نظام کے نیچے چل رہی ہے۔

پس فرشتوں سے تعلق کے لئے فرشتوں کے نظام کو سمجھنا ضروری ہے ورنہ نام بنام اس طرح کا تعلق تو آپ فرشتوں سے کبھی بھی قائم نہیں کر سکتے جس طرح جہلاء بعض دفعہ ہمزاد کا تصور پیش کرتے ہیں یا الٰہ دین کے چراغ کی کہانی میں ایک جن کا تصور پیش کیا گیا ہے جو چراغ کو مَس کرنے سے خود بخود ظاہر ہو جائے گا اور آپ کے سارے کام کرنے شروع کر دے گا۔

خدا کی کائنات کہانیوں پر بنی ہوئی نہیں ہے خدا کی کائنات گہرے حقائق پر مبنی ہے۔ ان حقائق کو سمجھنے کے نتیجے میں آپ کی طاقتیں بڑھیں گے ان حقائق کو سمجھنے کے نتیجے میں آپ کے مسائل حل ہوں گے ورنہ بغیر حقائق کو سمجھے بغیر حقائق کے عرفان کے آپ خدا کی کائنات سے کچھ بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ یہی کائنات ہے جو آج سے دس ہزار سال پہلے کے انسان کے سامنے بھی کھلی پڑی تھی، یہی کائنات ہے جو آج کے انسان کے سامنے بھی کھلی پڑی ہے لیکن جن لوگوں نے اس کائنات کے معارف کو سمجھنے کی کوشش کی اس کے پس منظر میں محرکات کو جاننے اور پہچاننے کی کوشش کی انہوں نے اس سے بہت کچھ حاصل کیا اور دس ہزار سال پہلے کا انسان جس کائنات میں بستا تھا اور آج کا انسان جس کائنات میں بستا ہے ظاہراً ایک ہے لیکن اس کے باوجود بھی ان دونوں کے درمیان زمین و آسمان کو فرق دکھائی دیتا ہے۔ اسی طرح کل آنے والا انسان اسی کائنات سے ایسے ایسے فائدے اٹھائے گا جو آج آپ کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتے۔

پس فرشتوں کے نظام کی حقیقت کو سمجھنا ضروری ہے ورنہ ان کی نہ دعاؤں سے آپ استفادہ کر سکتے ہیں، نہ ان کے استغفار سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں، نہ کوئی ان کی شفاعت کا اہل ہو سکتا ہے۔ شفاعت کے اندر ملنے کا مضمون ہے، تعلق قائم کرنے کا مضمون ہے دو چیزوں کو جوڑنے کا مضمون ہے اس لئے ان کا تعلق تو خدا سے ہے ورنہ ان کے لئے شفاعت کی اجازت کا کبھی بھی کوئی سوال پیدا نہ ہوتا۔

سوال یہ ہے کہ ہمارا ان سے تعلق کیسے قائم ہو۔ اس تعلق کا راز اس بات میں ہے کہ دو انسان

جب ہم آہنگ ہو جاتے ہیں تو ان کے درمیان تعلق قائم ہو جاتا ہے اور Tuning Forks جس طرح سائنس کی لیبارٹری میں جو چمٹے سے بنے ہوئے ہوتے ہیں دھاتوں کے اگر ان کی Wavelength ایک ہو جائے ، ان کے اندر جو ایٹمز اور مالیکولیز کی ترتیب ہے وہ ایک ہی قسم کے نظم و ضبط میں آجائے اور ایک جیسی Wavelength پیدا ہونی شروع ہو جائے تو ایک ٹیوننگ فورک کو آپ بجائیں اور اس کے بعد اس پر ہاتھ رکھ کر اس کو بند کر دیں تو آپ حیران ہوں گے دیکھ کر کہ دوسرا ٹیوننگ فورک خود بخود اسی طرح بجنے لگ گیا ہے یعنی جو نغمہ اس ٹیوننگ فورک سے پیدا ہو رہا تھا جسے آپ نے خود متحرک کیا ہے دوسرا ٹیوننگ فورک جو بظاہر مردہ دکھائی دیتا ہے اسے کسی نے متحرک نہیں کیا اس ٹیوننگ فورک کی حرکت کے نتیجے میں خود بخود متحرک ہوا اور خود بخود اس سے وہی نغمگی پیدا ہونی شروع ہوگئی جو متحرک ٹیوننگ فورک سے پیدا ہو رہی تھی۔

یہ تجربہ عام سائنس کی لیبارٹریوں میں بچوں کو بھی دکھایا جاتا ہے یہ بتانے کے لئے کہ ہم آہنگی سے ہم کیسے کیسے استفادے کر سکتے ہیں۔ اگر مزاج ایک ہو جائیں تو آپ کو ایک دوسرے سے محبت ہو جاتی ہے بعض دفعہ محبت کے دوسرے سارے محرکات موجود ہوتے ہیں لیکن مزاج کے بعض حصوں کا اختلاف ان محبتوں کو بالآخر نفرتوں میں تبدیل کر دیتا ہے۔ بڑے پیار سے کئے ہوئے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں اس لئے کہ مزاج میں ہم آہنگی نہیں۔

تو فرشتوں کی ذات اور ان کی کُنہ اور ان کے محل اور ان کے مقام سے تو آپ ناآشنا ہیں اور نہ اس طرح ان کو بلانا آپ کے لئے جائز قرار دیا گیا ہے چونکہ وہ شرک میں داخل ہو جاتا ہے لیکن جن کاموں پر مامور ہیں اگر آپ ان کے ساتھ ہم آہنگ ہو جائیں تو آپ کا فرشتوں کے ساتھ ایک تعلق قائم ہو جائے گا۔ مثلاً جس طرح کائنات کو چلانے کے لئے فرشتے ہیں اس طرح روحانی اور شرعی نظام کو چلانے کے لئے بھی خدا کے فرشتے مامور ہیں اور انسان کے ساتھ انسان کے تعلقات کو قائم رکھنے اور ان کو چلانے اور ان کی حفاظت کے لئے بھی خدا تعالیٰ کے فرشتے مامور ہیں۔

اس لئے آپ جس نیکی میں ترقی کرتے ہیں اس نیکی کے فرشتے کے ساتھ آپ کا ایک تعلق قائم ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ انسان اپنے دوستوں اور عزیزوں پر خرچ کرتا ہے مثلاً اپنا رزق ان کے اوپر خرچ کرتا ہے تو وہ فرشتے جو رزق کے نظام پر قائم ہیں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان کا ان سے تعلق

پیدا ہوتا ہے کہ نہیں۔ اگر اس تعلق سے یہ مراد ہو تو ہر انسان اپنی احتیاج کے وقت کوئی نہ کوئی کام کرتا ہے پھر تو ہر انسان کا خواہ وہ کافر ہو خواہ مومن ہو خواہ نیک ہو خواہ بد ہو تمام فرشتوں سے تعلق قائم ہو جانا چاہیئے اور ان کے سارے مسائل حل ہو جانے چاہئیں۔ اس لئے یہ مراد نہیں ہے مراد یہ ہے کہ وہ حرکت، وہ کام، وہ عمل جو فرشتوں کے مزاج کے مطابق کیا جائے اور اسی طرح کی اپنے اندر خصلتیں پیدا کی جائیں جو ان فرشتوں میں ہیں جو کسی نیکی پر مامور ہیں اس کے نتیجے میں تعلق پیدا ہوتا ہے۔ ایک ماں اپنے بچے کے لئے قربانی کر رہی ہے فرشتہ اس نظام سے بھی تعلق رکھ رہا ہے اس پر بھی کوئی فرشتہ مامور ہے جس کا بچے کی اس حاجت کے ساتھ تعلق ہے جو ماں پوری کر رہی ہے لیکن اس ماں کے لئے اس فرشتے کے دل میں اگر دل کا لفظ فرشتوں کے لئے استعمال کیا جائے کوئی بھی حرکت پیدا نہیں ہوگی۔ لیکن ایک ماں اگر غیر کے بچے کے لئے ویسا ہی جذبہ دکھائے جیسا اپنے بچے کی تکلیف کے وقت دکھا رہی تھی تو پھر فرشتے کے مزاج کے مطابق اس کا مزاج بن گیا۔ یہ مراد ہے ہم آہنگی سے کیونکہ فرشتے کے تو کوئی بچے نہیں ہیں۔ وہ فرشتے جو بچوں کی بعض ضروریات پر مامور ہیں اور ہر قسم کے انسان کی ہر عمر کی ضروریات مختلف ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اس لئے نظام کائنات بہت ہی وسیع ہے اور بہت ہی باریک تر ہے، ان گنت فرشتے ہیں جو درجہ بدرجہ مختلف مقامات پر فائز، مختلف آسمانوں سے تعلق رکھنے والے اور مختلف دائرہ کار میں حرکت کرنے والے ہیں ان کی طاقتیں بھی مختلف ہیں قرآن کریم سے اس مضمون پر بڑی روشنی پڑتی ہے۔

بہر حال اب ایک فرشتے کی تو کوئی اولاد نہیں ہے اس کو خدا نے جس کام پر مامور فرمایا ہے وہ یہ ہے مثلاً جیسا کہ میں نے مثال دی تھی بعض بچوں کی کوئی ضرورت ہے اس کا تعلق کسی فرشتے سے ہے مثلاً اس کے لئے دانت کے زمانے کی تکلیفوں کو دور کرنا اور اس میں آسانی پیدا کرنا۔ اسی قسم کی بے شمار مثالیں دی جاسکتی۔ کوئی بھی ضرورت ہو غیر معین آپ سمجھ لیں اس میں جب آپ اپنی ذات کی خاطر وہ ضرورت پوری کرتے ہیں تو اس کے نتیجے میں اس فرشتے سے تعلق قائم نہیں ہوگا کیونکہ فرشتہ جب آپ کی ضرورت پوری کرتا ہے تو اپنی ذات کی خاطر نہیں کرتا۔ خدا کی خاطر کرتا ہے جس نے اس کو مامور فرمایا ہے اس لئے جب آپ ایسے انسان کو ایسے ضرورت مند کو محبت اور پیار کی نظر سے دیکھتے ہیں جس کا براہِ راست آپ سے رشتہ نہیں ہے اور اس کی اس ضرورت کو پورا کرنے کی کوشش کرتے

ہیں تو اس پہلو سے اس دائرے میں اس فرشتے کے ساتھ آپ کا از خود تعلق قائم ہو جاتا ہے اور یہ تعلق منشاء الٰہی کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے۔ ذاتی طور پر آپ کو نہ کسی فرشتے کے نام کی ضرورت ہے اس معاملے میں، نہ اس کے ساتھ خاص محبت بنانے کی ضرورت ہے، اس کا جذبات سے تعلق ہی کوئی نہیں۔ اس مضمون کا ہم آہنگی سے تعلق ہے گویا کہ خدا کی کائنات کے جو بھی مددگار بن جاتے ہیں خدا ان کا مددگار ہو جاتا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو اپنی بھائی کی ضرورت یعنی بنی نوع انسان کی ضرورت پوری کرنے پر لگا رہتا ہے خدا اس کی ضرورتیں پوری کرنے پر لگا رہتا ہے۔ وہ کس طرح کرتا ہے؟ قرآن کریم فرماتا ہے کہ ایک بہت وسیع نظام ہے اس میں بعض باشعور قوتیں مقرر فرمائی گئی ہیں، وہ باشعور طاقتیں اس نظام کی نگرانی کر رہی ہیں۔ آپ اگر کسی کے رزق کی ضرورت پوری کرنے کے لئے خاص توجہ رکھتے ہیں، غرباء سے خاص ہمدردی رکھتے ہیں تو جب آپ کو وہ ضرورت پیش آئے گی تو باشعور فرشتے خود آپ کی ضرورت کا خیال رکھیں گے۔ خواہ آپ اپنے لئے وہ چیز حاصل کر سکیں، یا نہ کر سکیں خواہ باشعور طور پر آپ کے دل میں دعا کی توجہ پیدا ہو یا نہ ہو۔ اگر آپ کا یہ مزاج ہے تو قرآن کریم سے پتا چلتا ہے کہ خدا کے فرشتے آپ کے لئے دعا شروع کر دیتے ہیں اور آپ کے لئے استغفار شروع کر دیتے ہیں کیونکہ یہاں تعلق کا معاملہ ہو جاتا ہے۔ بچہ جس طرح ماں سے تعلق قائم کرتا ہے ماں بچے سے تعلق قائم کرتی ہے ضروری نہیں کہ دونوں ہی بیک وقت کسی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے باشعور طور پر کوئی کام کریں۔ بچہ بعض دفعہ لاشعوری طور پر ایک چیز کا محتاج ہوتا ہے اس کو پتا ہی نہیں میں کس چیز کا محتاج ہوں اور ماں کا دل اس کے لئے حرکت میں آجاتا ہے، ماں کی قوتیں اس کی خدمت پر مامور ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح بسا اوقات انسان کو خود اپنی ضرورت کا نہیں پتا چلتا لیکن اگر اس کا تعلق اس فرشتے سے قائم ہو چکا ہے جو کسی ضرورت پر مامور ہے اور وہ اس لحاظ سے اس فرشتے کے ساتھ ہم آہنگی اختیار کر چکا ہے تو پھر اس معاملے میں اس کے ساتھ ایک خاص سلوک ہوگا۔

یہ مضمون آپ صلحاء کی زندگی میں کھلی کتاب کی طرح پڑھ سکتے ہیں۔ اگر خود بخود ہر نیک کی ہر ضرورت ہر معاملے میں خود بخود پوری ہونی چاہئے تو پھر ایسا کیوں نظر نہیں آتا اور کیوں یہ دکھائی دیتا

ہے کہ بعض بزرگوں کی بعض ضرورتیں فوراً پوری ہوتی ہیں اور بعض بزرگوں کی بعض دوسری ضرورتیں فوراً پوری ہوتی ہیں۔ بعض بزرگوں کو بعض امور میں خاص اعانت حاصل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور بعض دوسرے بزرگوں کو اس مضمون میں کوئی اعانت نہیں ہوتی۔ بعضوں کو غیر معمولی طور پر شفا دی جاتی ہے، بعض لمبے عرصے تک بیماریوں میں مبتلا رہتے ہیں ان کو کوئی شفا نہیں دی جاتی لیکن ان کے رزق کی ضمانت دی جاتی ہے۔ اس طرح اگر آپ صلحا کے واقعات، صحابہ کے واقعات پڑھیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے کے قریب کے واقعات تو بالکل ابھی تازہ موجود ہیں ان پر آپ غور کریں تو تب آپ کو سمجھ آئے گی کہ کیوں مثلاً حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کو یہ اعجاز دیا گیا کہ آپ کی ہر ضرورت بغیر کسی ظاہری سبب کے پیروی کی پوری کی جارہی ہے، ان کی پہلی زندگی پڑھیں خلافت سے پہلے کی یا صحابیت سے پہلے کی تو پھر آپ کو مسئلہ سمجھ آئے گا کہ وہ ہمیشہ ساری زندگی لوگوں کی ضرورتیں پوری کرنے پر مامور تھے۔ ساری زندگی ان کا مقصد اعلیٰ یہ معلوم ہوتا تھا کہ خدا کے ضرورتمند بندوں کی حاجات پوری کریں۔ کوئی آتا ہے کہ مجھے اتنے قرض کی ضرورت ہے وہ اسی وقت دے دیں گے بغیر پوچھے کہ آیا وہ کب واپس کرے گا، کیسے واپس کرے گا۔

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر شخص کو یہی طریق اختیار کرنا چاہئے۔ اگر ہر شخص مصنوعی طور پر یہ طریق اختیار کرے، کسی بھی نیکی کو اختیار کرے تو نظام عالم درہم برہم ہو جائے گا۔ ہر شخص کو پھر خدا توفیق عطا فرماتا ہے بعض خاص قسم کی نیکیوں کی اور ان نیکیوں کے لئے ان کا مزاج بنایا جاتا ہے۔ اس لئے ایسے قرض دینے والے جب قرض دیتے ہیں تو اس نیت سے دیتے ہیں کہ اگر وہ نہیں دے گا تو میں اُف نہیں کروں گا، دوبارہ اس سے پوچھوں گا نہیں۔ چنانچہ وہ کتابت سے آزاد کئے جاتے ہیں پھر۔ وہ قرضے جس میں کتابت ضروری ہے یعنی تحریر ضروری ہے یہ تو ان قرضوں کی بات ہے جہاں برابر کا لین دین ہے اور لین دین کی نیت کے ساتھ ایک انسان قرض دے رہا ہے لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے مزاج کا انسان جو اس لئے دیتا تھا، اس نیت سے دیتا تھا کہ میں نے دوبارہ یاد بھی نہیں کروانا، مانگنا بھی نہیں۔ اس کا لازماً طبعاً اس فرشتے سے جو ملاء اعلیٰ پر ان تمام فرشتوں پر افسر اعلیٰ مقرر فرمایا گیا ہے جو حاجات پوری کرنے والے فرشتے ہیں ایک گہرا تعلق پیدا ہو گیا یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا اور اس تعلق کے اظہار کے نتیجے میں آپ کے ساتھ خدا کے اذن

کے ساتھ ان فرشتوں نے وہی معاملہ شروع کر دیا۔ آپ کو چیزیں پہنچائی جاتی تھیں، دی جاتی تھیں بغیر مانگے بغیر کسی حساب کے بغیر کسی شمار کے اور آپ کو علم تھا کہ یہ لازماً پوری ہوں گی۔

اب مریضوں کے ساتھ ڈاکٹروں کا ایک تعلق ہے اور اس تعلق میں فیس بھی آجاتی ہے۔ فیس دینے والے مریض کے ساتھ فیس لینے والے ڈاکٹر کا تعلق ہے جس میں فیس ایک اہم کردار ادا کر رہی ہے یہ ایک عام معروف تعلق ہے۔ اب کوئی ڈاکٹر کہے کہ دیکھو! میں اتنے لوگوں کی شفا کا موجب بنتا ہوں اس لئے شفا دینے والے فرشتوں کا مجھ سے خاص تعلق کیوں نہیں قائم ہو جاتا اور کیوں جب میں بیمار ہوتا ہوں تو مجھ سے غیر معمولی معاملہ نہیں کیا جاتا۔ وجہ یہ ہے کہ ہر ڈاکٹر کا تعلق فرشتوں والا نہیں ہوا کرتا۔ بعض ڈاکٹر ایسے ہیں جن کا تعلق بالکل اور مضمون کا ہے اگر وہ فیس لیتے بھی ہیں تو اس لئے نہیں کہ اگر فیس نہ ملتی تو ہم علاج نہ کرتے اور وہ اس بات سے بالا ہوتے ہیں کہ مریض سے ان کو کیا فائدہ پہنچے گا۔ ان کی تمام تر توجہ اس بات کی طرف ہوتی ہے کہ مریض کو مجھ سے کیا فائدہ پہنچے گا اور زیادہ سے زیادہ میں کیا فائدہ پہنچا سکتا ہوں۔

اس پہلو سے جو ہمارے مخلص احمدی ڈاکٹر افریقہ میں گئے ہیں انہوں نے خدا کے خاص سلوک کے بڑے عجیب عجیب نظارے دیکھیں ہیں کیونکہ ان کے جانے میں نیت صاف تھی اور پاک تھی اور للّٰہی رہی تھی۔ وہ اس غرض سے گئے تھے کہ خدا کے بندوں کی شفا کے لئے خدا کی خاطر ہم یہ سفر اختیار کر رہے ہیں اور وہاں جا کر انہوں نے مریضوں سے فیس کی خاطر تعلق نہیں جوڑا۔ فیس بھی ملتی تھی جہاں سے مل سکتی تھی لیکن مشروط نہیں کیا اس بات کو بلکہ جس کو جو توفیق تھی وہ دے گیا جس کو نہیں توفیق تھی اس کا مفت بھی علاج کیا اور بعض ایسے ہمارے مخلص ڈاکٹر ہیں جنہوں نے اور ضرورتیں بھی اپنی جیب سے پوری کیں اور پھر ان کے لئے دعائیں بھی کیں۔ ان کے ہسپتالوں میں جو شفا کا معیار تھا باوجود اس کے کہ ان ہسپتالوں میں ضرورت کی چیزیں موجود نہیں ہوا کرتی تھیں یعنی بعض دفعہ تو جو جراحی کے آلے ہیں وہ بھی کُند اور پرانی قسم کے اور Anaesthesia کا بھی کوئی انتظام نہیں، بے ہوش کرنے کا بھی۔ بعض دفعہ بجلی بھی نہیں ہوتی تھی لالٹین کی بتی میں کھلی فضا میں آپریشن کیا جاتا تھا ایک عام میز کے اوپر اور اس کے باوجود ان کی شفا کا معیار اتنا بلند ہوا کہ بعض بڑے بڑے حکومت کے افسران جن کو ہر قسم کی اعلیٰ اعلاج کی سہولت مہیا تھی بہترین ہسپتالوں کو چھوڑ

کر ان کے پاس پہنچتے رہے اور جب ان سے تعجب سے پوچھا گیا کہ آپ اتنے بڑے افسر آپ کو بہترین سے بہترین شفا خانہ مہیا ہوسکتا ہے، مفت ہوسکتا ہے ان کو چھوڑ کر آپ یہاں کیوں آئیں ہیں ؟ تو یہ جواب دیتے رہے کہ یہ سب چیزیں وہاں ہیں جو آپ کہہ رہے ہیں لیکن شفا یہاں ہے اور ہم نے جائزہ لیا ہے تو اللہ تعالیٰ کا خاص شفا کا سلوک ہے جو اس ہسپتال سے ہو رہا ہے اور ایسے چشم دید گواہ صرف مسلمان نہیں بلکہ عیسائیوں میں سے بھی تھے Pagans میں بھی تھے۔

تو یہ وہ تعلق ہے فرشتوں کا جس کے متعلق قرآن کریم نے سب سے پہلے فرشتوں پر ایمان لانے کی تاکید کر کے ذکر فرمایا۔ جس چیز پر آپ ایمان لاتے ہیں اس کے ساتھ ایک تعلق قائم ہوتا ہے۔ خدا کے تمام فرشتوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ تمام نظام کائنات سے چونکہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے ایک ذاتی تعلق پیدا کرو۔ یہ مضمون اتنا عظیم الشان اور اتنا وسیع ہے کہ اگر اس مضمون کو سمجھ کر انسان اپنی زندگی میں ایک انقلاب برپا کرے تو اس کو خلق آخر کہا جائے گا ایک نیا وجود ابھرے گا آپ کے اندر سے بالکل ایک نئی کائنات آپ کے ارد گرد ظاہر ہو جائے گی لیکن اس مضمون کو فی الحال چھوڑتے ہوئے اس مختصر حصے کی طرف میں واپس آتا ہوں کہ جو انسان جس قسم کی نیکیاں اختیار کر رہا ہے اس کا از خود بعض فرشتوں سے تعلق قائم ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اب اس فرشتے کا یہ کام ہے کہ اپنے تعلق کے نتیجے میں وہ اس کے لئے دعا کرے اور اس کے لئے استغفار کرے۔

چنانچہ جس آیت کی میں نے تلاوت کی تھی اس میں فرمایا کہ وہ فرشتے جن کے اوپر نظام کائنات کا انحصار ہے یعنی خدا کے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں وہ کیا کرتے ہیں یَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وہ لوگ جو ایمان لے آئے ہیں ان کے لئے استغفار میں مصروف رہتے ہیں رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝ کہ اے ہمارے رب! تیری رحمت تو ہر چیز پر وسیع ہے جو نظام کائنات چلانے والے فرشتے ہیں ان سے بڑھ کر کوئی گواہ نہیں ہوسکتا اس بات کا کہ خدا کی رحمت کا قانون اس کے ہر دوسرے قانون پر بالا اور حاوی ہے کیونکہ جو قانون ان کے ہاتھ سے بروئے کار آتے ہیں، ان کی قدرت کے تابع رہ کر وہ عمل دکھاتے ہیں ان قوانین میں وہ فرشتے جانتے ہیں کہ خدا کی رحمت کا قانون ہر قانون کے اوپر حاوی ہے۔ اس لئے سب سے پہلی

گواہی وہ خدا کے حضور یہ پیش کرتے ہیں کہ رَبَّنَا وَسِعۡتَ كُلَّ شَیۡءٍ رَّحۡمَةً اے ہمارے رب! تیری رحمت تو ہم جانتے ہیں کوئی چھپی ہوئی بات نہیں ہم سے کہ ہر چیز پر حاوی ہے۔ وَّعِلۡمًا اور ہر کائنات کے ذرے ذرے کا علم بھی تجھ کو ہے یعنی ہم تجھے خبر نہیں دے رہے کوئی تو بہتر جانتا ہے ہم سے فَاغۡفِرۡ لِلَّذِيۡنَ تَابُوۡا۔ اس لئے ہم عرض کرتے ہیں کہ جو لوگ توبہ کرنے والے ہیں ان سے مغفرت کا سلوک فرما وَاتَّبَعُوۡا سَبِيۡلَكَ اور وہ لوگ جو تیری راہ کی پیروی کرتے ہیں تیری راہ کے پیچھے لگ جاتے ہیں ان پر رحم فرما ان سے مغفرت کا سلوک فرما وَقِهِمۡ عَذَابَ الۡجَحِيۡمِ اور ان کو جحیم کے عذاب سے بچا۔ اسی طرح یہ دعا آگے ان کے لئے جاری رہتی ہے۔

تو سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ میں اگر فرشتوں جیسی بات نہ پیدا ہو سکے وہ مزاج نہ ہو سکے تو پھر عظیم الشان توقعات اپنی دعا کے لئے یا اس بات کی توقعات کہ فرشتے آپ کے لئے دعا کریں گے یہ فرضی توقعات ہیں۔

دوسرا یہ ہے کہ اگر ان معاملات میں آپ فرشتوں کے مقاصد سے ٹکرانے والی باتیں کر رہے ہوں تو یہ وہم دل سے نکال دیں کہ ان مواقع پر فرشتوں کی مدد اور نصرت آپ کو حاصل ہو گی جب آپ ضرورت مند ہو جائیں گے۔ مثلاً ایک شخص دوسروں کے مال کھانے سے پرہیز نہیں کرتا ایک شخص دوسروں پر ظلم کرنے سے باز نہیں آتا۔ حرص کی نگاہ کو آزاد چھوڑ دیتا ہے اور ہر شخص کا مال غصب کرنے کی تمنا دل میں رکھتا ہے۔ جب وہ خود پکڑا جاتا ہے جب وہ خود ایک ایسے ابتلا میں پڑتا ہے جس کا اس مضمون سے تعلق ہے تو پھر وہ یہ توقع رکھے کہ اس کے لئے دعائیں قبول ہوں گی یا اس کے لئے شفاعت کا مضمون جاری کیا جائے گا بہت بڑی حماقت ہے۔ اسی لئے فرشتوں نے اپنی دعا میں تَابُوۡا کا لفظ پہلے رکھا ہے۔ فرشتوں سے تعلق توبہ کو چاہتا ہے اور توبہ کے مضمون میں کوئی کلی توبہ مراد نہیں ہے یہاں اس وقت۔ مراد یہ ہے کہ ہر گناہ میں گناہ سے تعلق توڑ کر فرشتوں سے تعلق قائم کرنے کے لئے بیچ میں توبہ کا دروازہ حائل ہے۔ اس دروازے سے جب آپ گزرتے ہیں اور دوسرے مضمون میں داخل ہو جاتے ہیں دوسرے دائرے میں داخل ہو جاتے ہیں پھر وہاں سے آپ کا فرشتوں سے تعلق شروع ہوتا ہے۔

اس لئے یہ بہت ہی اہم بات ہے۔ ہاں اضطرار کا مضمون اس کے علاوہ ہے بعض اوقات اضطراری حالت میں دعائیں سنی جاتی ہیں اس وقت اس کی بحث نہیں چل رہی۔ یہاں فرشتوں کا مضمون بیان ہو رہا ہے۔ خدا تو مالک ہے خدا جس کی چاہے دعا سن لے، جس کو چاہے کسی مصیبت سے نجات بخش دے خواہ اس کا تعلق کسی فرشتے سے ہو یا نہ ہو خدا اس سے آزاد ہے لیکن فرشتے آزاد نہیں ہیں۔ وہ مامور ہیں، وہ مسخر ہیں ایک کام کے اوپر ان کو تو خدا کا قانون جس حد تک اجازت دے گا اسی حد تک وہ تعلق قائم کریں گے۔ اس لئے اگر فرشتوں سے تعلق قائم کرنا ہے تو ان کے ہم آہنگ آپ کو ہونا پڑے گا اور جس جس مضمون میں آپ ان سے ہم آہنگ ہوتے چلے جائیں گے، جس جس صفت حسنہ میں آپ ان سے ہم آہنگ ہوتے چلے جائیں گے اس مضمون میں آپ کو خدا تعالیٰ غیر معمولی قوتیں عطا کرنی شروع کرے گا۔

شفا کے متعلق جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا یہی مضمون ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ بھی خدا تعالیٰ نے جب معاملات کئے ہیں ان سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسی مضمون کے تابع وہ معاملات کئے گئے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی مثال دی تھی ان کا بھی شفا سے ایک گہرا تعلق تھا جیسا کہ میں نے بیان کیا۔ وہ کس طرح اپنے مریضوں سے تعلق رکھتے تھے اس کی ایک مثال میں آپ کو بتاتا ہوں۔

ایک دفعہ مجھے ان کا یاد نہیں نام پوری طرح اس لئے نام کو چھوڑ یئے۔ ایک صحابی (مکرم چوہدری حاکم دین صاحب) روایت کرتے ہیں کہ میرے گھر میں زچگی تھی یعنی وضع حمل کا وقت تھا اور میری بیوی شدید تکلیف میں تھی اور مجھے یہ ڈر تھا کہ کہیں اس تکلیف سے مر نہ جائے میں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اس کے لئے دوا بھی اور دعا بھی کریں اور اس کے بعد گھر گیا تو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی طور پر اعجازی طور پر بچہ عطا فرمایا اور بیوی کی ساری تکلیف رفع ہوگئی جس پیچیدگی کا ڈر تھا وہ پیچیدگی بھی ختم ہوگئی۔ دوسرے دن صبح کے لئے وہ نماز کے لئے گزر رہے تھے حضرت خلیفۃ المسیح کے دروازے کے سامنے سے تو آپ نے ان کو آواز دی باہر نکلے پہچانا اور کہا کہ کیا حال ہے بیوی کا انہوں نے کہا کہ خدا کے فضل سے میں واپس گیا ہوں دیکھتے دیکھتے بیوی ٹھیک ہوگئی اور اعجازی نشان ہے یہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کی دعا کا۔ آپ نے فرمایا

مجھے تو بتا دیتا ہوتا میں تو ساری رات کھڑا اس کے لئے دعا کرتا رہا۔(اصحاب احمد جلد ہشتم صفحہ:۷۶)

یہ وہ ہے طبابت، یہ وہ تعلق ہے مریض سے اس کی تکلیف کے نتیجے میں جس کے نتیجے میں لازماً فرشتے ایسے وجود سے عاشقانہ تعلق رکھنے لگ جاتے ہیں اور پھر اس کی دعاؤں میں اعجاز پیدا ہو جاتا ہے اس کی شفا کی کوششوں میں اعجاز پیدا ہو جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام طبیب نہیں تھے یعنی پیشہ کے لحاظ سے تو طبیب نہیں تھے لیکن بچپن سے جوانی، جوانی سے بڑھاپے تک آپ شوق کے ساتھ غریبوں کی خدمت کی خاطر علاج فرمایا کرتے تھے اور جب بھی کوئی مریض ہو اس کے لئے آپ بے چین ہو جایا کرتے تھے۔ آپ کی بے چینی خدا کے علم میں اس حد تک تھی کہ آپ کو اس معاملے میں شفاعت کی اجازت دی گئی اور دو مرتبہ واضح طور پر خدا تعالیٰ نے آپ کے ساتھ شفاعت کا تعلق اس معاملے میں قائم فرمایا اور خدا کے اذن سے جب آپ نے شفاعت کی ہے تو پھر جو مریض شفایاب ہوئے ہیں ان کے لئے دنیاوی علم کے لحاظ سے کوئی بچنے کی گنجائش نہیں تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا بھی ایک تعلق تھا اور وہ تعلق بھی نظر آ رہا تھا لوگوں کو، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی اپنے مریضوں سے ایک تعلق تھا اور وہ بھی لوگوں کو بظاہر نظر آ رہا تھا مگر خدا بہتر جانتا تھا کہ کس کا تعلق کس نوع کا ہے کتنا گہرا ہے کتنا اس کی ذات میں پیوستہ ہو چکا ہے اس کی روح میں ڈوب چکا ہے اور اسی لئے درجہ بدرجہ ان سے سلوک ہوتا تھا۔ یہ وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ فرشتوں کو بھی اور نبیوں کو بھی جب تک اجازت نہ دے وہ شفاعت نہیں کر سکتے کیونکہ ان کو خود نہیں پتا ہوتا کہ اس تعلق میں کتنی گہرائی ہے۔ اپنے ساتھ تعلق کو تو انسان جان سکتا ہے ایک نبی بھی جان سکتا ہے اور ایک فرشتہ بھی جان سکتا ہے۔ چنانچہ انبیاء بھی جب شفاعت کی کوشش کرتے ہیں بعض دفعہ اتنا جذبہ بڑھ جاتا ہے کہ بغیر اجازت کے غلطی سے لاعلمی میں عمداً نہیں ان کے منہ سے لفظ شفاعت نکل جاتا ہے اور خدا تعالیٰ پھر اس کی درستگی بھی فرما دیتا ہے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ ان کو اس بندے سے کتنا تعلق تھا جس کے لئے دعا کی جا رہی ہے اور دعا قبول نہ ہونے کی شکل میں پھر شفاعت کی طرف رجحان پیدا ہوا ہے لیکن وہ نہیں جانتے کہ ان کا اپنا اس معاملے میں خدا کی نظر میں کیا منصب ہے اور پھر یہ نہیں جانتے کہ جس بندے کے لئے شفاعت کی جا رہی ہے خدا کی نظر میں وہ اس شفاعت کا اہل ہے یا نہیں ہے۔

اس لئے دو لاعلمیاں ہیں جو انسان کو گھیرے ہوئے ہیں اور یہی دو لاعلمیاں ان فرشتوں کو بھی گھیرے ہوئے ہیں جن کا اس آیت میں ذکر ہے۔ وہ نہیں جانتے اور ان میں سے کوئی بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ ہم اس منصب پر فائز ہیں کہ ہم شفاعت کریں اور نہ ان کو یہ علم ہے کہ وہ وجود جن کا ان فرشتوں سے تعلق ہے اس تعلق کی کُنہ کیا ہے اور اس تعلق کی آخری وابستگی کس شکل میں ہے۔ مثلاً ایک آدمی بنی نوع انسان کی محبت میں ان کی خدمت بھی کرتا ہے اور اس محبت میں نیکی کا رنگ پایا جاتا ہے لیکن ایک اور آدمی ویسی ہی خدمت کر رہا ہے لیکن اس کی ہر خدمت میں دراصل خدا کا تعلق کارفرما ہو رہا ہوتا ہے اور بندے کا جو تعلق ہے وہ ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔

ان دونوں قسم کے بندوں سے خدا کا معاملہ مختلف ہوگا۔ اس لئے جو شخص فرشتوں سے تعلق قائم کرتا ہے یعنی اپنی نیکیوں کے ذریعے ان خاص فرشتوں سے جو ان نیکیوں پر مامور ہیں وہ تعلق قائم کر لیتا ہے اس حد تک تو درست ہے لیکن فرشتے یہ بات نہیں جان سکتے کہ اس تعلق کی بنا ہے کیا؟ کیا خالصۃً للہ یہ کام کیا جا رہا تھا یا اگر وہ ظاہری طور پر جانتے بھی ہیں کہ نیتیں نیک ہیں تو اس گہرائی کو نہیں جانتے جو تعلق باللہ کے نتیجے میں نیکیوں میں پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے وہ تو اس حد تک دیکھتے ہیں کہ ہمارے معاملے میں یہ شخص ہم سے ہم آہنگ ہو گیا ہے ہمیں خدا نے غریبوں کی خدمت پر مامور فرمایا ہے یہ غریبوں کی خدمت کر رہا ہے، ہمیں خدا نے مامور فرمایا ہے مریضوں پر شفا دینے پر اور یہ مریضوں کو شفا دے رہا ہے اور ذاتی تعلق نہیں بھی ہے تب بھی شفا دے رہا ہے، پیسے نہیں بھی وصول کرتا تب بھی دے رہا ہے فرشتے اپنے دائرہ کار میں اتنا جانتے ہیں لیکن خدا جانتا ہے کہ کوئی درحقیقت یہ بظاہر فرشتوں والے کام کس لئے کر رہا ہے۔

اس لئے دعا کی تو اجازت ہے کیونکہ دعا تو ہر شخص کو اجازت ہے۔ ایک فقیر کی صدا ہے نا جو آئے گا لگا دے گا صدا، صدا سے کون روک سکتا ہے؟ فرشتوں کا تو کوئی خاص حق نہیں ہے دعا پر۔ ہر وجود ہر کائنات کا ذرہ ذرہ خدا کے حضور دعا اور التجا کر سکتا ہے اور خدا مالک ہے اسے رد کرتا جائے لیکن شفاعت کو مضمون اس سے بالا ہے۔ شفاعت کے مضمون میں خدا کا وعدہ ہے کہ جن کو میں شفاعت کی اجازت دوں وہ جس چیز کی شفاعت کریں گے میں اس کی اجازت دوں گا اور وہ ہو کر رہے گی۔ یہ بہت ہی عظیم الشان مضمون ہے اس کے لئے فرشتے اس بات کے نااہل ہیں کہ وہ یہ بتا سکیں کہ ان

نیکیوں میں جو ہم آہنگی ہے وہ کس حد تک لِلّٰہ ہے اور کس حد تک کسی اور غرض کے لئے اور چونکہ فرشتے خدا کے مقابل کے وجود نہیں ہیں اس لئے وہی نیکیاں انسان کے کام آسکتی ہیں جو لِلّٰہ ہوں اور ان کو اللہ بہتر جانتا ہے۔ اس لئے شفاعت سے پہلے یہ شرط لگائی گئی کہ کون ہے وہ ملک جو آسمانوں پر ہیں ان کی شفاعت کام آسکے مگر اس صورت میں کہ اَنۡ یَّاۡذَنَ اللّٰہُ لِمَنۡ یَّشَآءُ کہ اللہ تعالیٰ اجازت دے اس کے لئے جسے چاہے۔ اَنۡ یَّاۡذَنَ اللّٰہُ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَ یَرۡضٰی اس میں دو مفعول پیش نظر رہنے چاہئیں۔ ایک مراد یہ ہوسکتی ہے کہ جن فرشتوں کو خدا چاہے اجازت دیتا ہے ہر فرشتے کا یہ حق نہیں ہے کہ وہ سفارش کر سکے اور جن فرشتوں کو خاص رضا خدا کی حاصل ہوتی ہے ان کو اجازت دیتا ہے اور دوسرا ''لِ'' کا تعلق ان بندوں سے ہے جن کے لئے سفارش کی جاتی ہے۔

تو فرمایا کہ جن بندوں کے متعلق خدا چاہتا ہے ان کو اجازت دیتا ہے ان کے لئے اجازت دیتا ہے یعنی مراد یہ ہے کہ تم یہ نہ سمجھ لینا کہ تمہارا فرشتوں سے تعلق قائم ہو گیا تم خودمختار ہو گئے ہو خدا سے بے نیاز ہو گئے ہو۔ خدا تعالیٰ کی کائنات میں کسی قسم کا کوئی شرک نہیں ہے کوئی بھی خدا کا شریک نہیں ہے کسی چیز میں۔ اس لئے تم بھی خدا کے سوا کسی طاقت پر انحصار نہیں کر سکتے خواہ وہ کتنی عظیم الشان طاقت ہو۔ فرشتوں کو جب شفاعت کی اجازت ملے گی اس وقت ملے گی جب خدا چاہے گا کسی بندے کے لئے کہ ہاں اس بندے کے لئے میں اجازت دیتا ہوں۔ وَ یَرۡضٰی اس میں رضا کا پہلو بھی شامل ہے۔ تو معلوم یہ ہوا کہ رضائے الٰہی کی خاطر کام کرنے والوں کے لئے شفاعت کے دروازے کھلنے کا زیادہ امکان ہے اور جو رضائے الٰہی کے لئے کام نہیں کرتے ان کے لئے کم امکان ہے۔

اب یہاں ایک اور مسئلہ بھی حل کرنا ضروری ہے بعض اوقات ایک شخص کے لئے شفاعت قبول ہو جاتی ہے شفاعت کی اجازت دی جاتی ہے اور وہ شخص اگر غیر معمولی طور پر شفا پاتا بڑا ہوتا ہے لیکن وہ نیک نہیں بنتا یا اس شفاعت کا بظاہر حقدار دکھائی نہیں دیتا۔ اس کا کیا حل ہے؟ اس کا حل یہ ہے کہ ''لِ'' کا لفظ اس کے لئے استعمال ہی نہیں۔ ایسے مواقع پر دراصل جس شخص کی خاطر وہ شفاعت کی جاتی ہے بعض دفعہ وہ اور ہوتا ہے اور جس کے حق میں وہ قبول ہوتی ہے وہ اور ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت نواب محمد علی خانؓ کے بیٹے کی بیماری کے وقت جبکہ وہ ہاتھ سے نکل چکا تھا اور ڈاکٹروں کی رائے میں اس کا بچنا ناممکن تھا اس وقت شفاعت کی۔ کس کے

لئے؟ نواب محمد علی خانؓ کے تعلق کی وجہ سے نہ کہ اس بچے کے تعلق کی وجہ سے۔ ابھی اس بچہ کا براہِ راست حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کوئی تعلق محبت کا پیدا ہی نہیں ہوسکتا تھا۔ بعض اپنے غلام بعض محبت کرنے والے پیار کرنے والے اتنے پیارے ہوتے ہیں کہ ان کی تکلیف جس کی وجہ سے ہو وہ تکلیف دور کرنا مقصد ہوتا ہے وہ ذات جس کی وجہ سے وہ تکلیف ہے وہ براہ راست توجہ کا مرکز نہیں ہوتی۔ پس وہاں شفاعت میں لمن سے مراد حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ بنتے ہیں نہ کہ وہ بچہ جس کے لئے دعا کی گئی۔ (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ: ۲۲۹)

اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بعض دوسری جگہ اپنی شفاعت کے مضمون کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے یہ کہا اور یہ سوچا کہ خدا کے ایک فلاں نیک بندے نے اس لئے یہ کام کیا تھا۔ اے خدا! اس لئے تو رحم فرما اور اس مصیبت کو ٹال دے۔ مثلاً جب عبدالکریم کے لئے شفاعت فرمائی یا شفاعت کی اجازت فرمائی گئی اور آپ کو آپ نے پھر شفاعت کی اور وہ غیر معمولی طور پر شفاعت پا گیا آج تک میڈیکل ہسٹری میں ایسا واقعہ نہیں دیکھا گیا کہ کسی کو کتے کے کاٹے کا جنون پیدا ہو جائے اور ساری علامتیں ظاہر ہو جائیں اور اس کے بعد وہ بغیر کسی ظاہری وجہ کے بغیر کسی دوائی کے از خود کلیۃً شفا جائے، لمبی عمر پائے اس کا کوئی بداثر نہ رہے اس کی اولاد پیدا ہو یہ ایک ایسی بات تھی جو ناممکن تھی۔ آپ نے شفاعت کی لیکن اس کے پس منظر میں آپ بتاتے ہیں کہ میرے دل میں درد اس لئے پیدا ہوا تھا محض اس لڑکے کی خاطر نہیں ورنہ تو ہر دیوانے کتے کے کاٹے ہوئے کے لئے درد پیدا ہو جانا چاہئے اس لئے پیدا ہوا کہ اس کے باپ نے بڑے اخلاص کے ساتھ اس کو بہت دور سے بھجوایا تھا اور اس نیت کے ساتھ بھیجا تھا کہ خالصۃً دین کی خدمت کے لئے علم سیکھے اور میری صحبت میری تربیت میں بڑا ہو اور باہر جا کر خدا کے دین کی خدمت کرے۔ (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ: ۴۸۰)

پس ''لِ'' کا لفظ بہت اہمیت رکھتا ہے اس کو سمجھے بغیر کئی دفعہ آپ ایسی الجھنوں میں مبتلا ہو جائیں گے کہ سمجھ نہیں آئے گی کہ خدا نے تو کہا کہ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَيَرۡضٰى بظاہر دعا قبول ہوئی ہے شفاعت قبول ہوئی ہے لیکن جس شخص کے حق میں ہوئی ہے وہ اہم نظر نہیں آ رہا۔ وہاں آپ نے ''لِ'' کا اشارہ نہیں سمجھا وہ شفاعت کسی اور کی خاطر قبول ہوئی ہوتی ہے اور وہ اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کا

رحم کسی اور وجہ سے نازل ہو رہا ہوتا ہے۔ بعض دفعہ وہ مثلاً ایک خاص مضمون کے پیش نظر قبول ہوتی ہے، صرف شفاعت میں ہی نہیں دعا میں بھی یہ مضمون چل رہا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور کو طاعون کا نہ صرف شبہ ہوا بلکہ ان کو یقین تھا کیونکہ علامتیں ساری طاعون والی تھیں۔ گلٹی بھی نکل آئی بخار بھی اسی طرح کا تیز اور بظاہر ڈاکٹروں نے مایوسی کا اظہار کیا۔ وہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو دعا کی ہے اس میں اس اعجازی نشان کو پیش نظر رکھ کے دعا کی ہے جو آپ کو عطا کیا گیا تھا۔ فرمایا اس طرح تو شماتة الاعداء ہوگی۔ میرا ایک قریبی مجھ سے تعلق رکھنے والا یعنی صحابی کی حیثیت ہم یہ کہہ سکتے ہیں حضرت مولوی محمد علی صاحب رضی اللہ عنہ، اللہ بہتر جانتا ہے ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا یہ تو اس کا کام ہے ہمارا کام نہیں لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قریب رہے، بڑی خدمت کی۔ اس پہلو سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک تعلق بھی تھا لیکن آپ نے دعا کے وقت اس تعلق کی بات نہیں کی، آپ نے دعا کے وقت ایک اور مضمون کا حوالہ دیا ہے جس میں خدا نے آپ کو ایک اعجازی نشان عطا فرمایا اور آپ کے قرب و جوار میں رہنے والوں کے متعلق وعدہ فرمایا کہ ان کو میں بچاؤں گا۔ جب اس حوالے سے دعا کی تو اچانک بغیر بظاہر کسی ظاہری وجہ کے مولوی محمد علی صاحب اچھے ہو گئے۔ (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۶۵)

اسی طرح ہر مضمون میں ''لِ'' کی انگلی بعض دفعہ کسی اور انسان کی طرف اٹھ رہی ہوتی ہے بعض دفعہ کسی اور مضمون کی طرف اٹھ رہی ہوتی ہے لیکن بہرحال شفاعت کا مضمون ان کے لئے حرکت میں آتا ہے جن کا تعلق یا تو براہ راست خدا کے فرشتوں سے ایسا ہو کہ وہ تعلق غیر معمولی ہو جائے اور اس کے اندر قانون قدرت سے ایک الگ بات پیدا ہو جائے، عام قانون سے ایک الگ بات پیدا ہو جائے یا اس سے محبت کرنے والا کوئی ایسا ہو، اس سے غیر معمولی تعلق رکھنے والا ایسا ہو جو خود ان لوگوں میں شامل ہو جن کے اوپر خاص خدا کی رضا اور رحمت کی نظر پڑتی ہے۔ ایسے معاملات اگر ہوں تو شفاعت آج بھی ہو سکتی ہے۔

اس لئے چونکہ یہ مضمون ہمیں سمجھ آ گیا کہ شفاعت بعض دفعہ جس وجود کے لئے ہو رہی ہے اس کی خاطر نہیں ہوتی بلکہ کسی اور کی خاطر ہو رہی ہوتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنی دعاؤں

میں اگر کسی خاص وجود کو پیش نظر رکھیں اپنی نیکیوں میں کسی خاص وجود کو پیش نظر رکھیں دعاؤں میں تو خیر ہو بھی سکتا ہے میں نیکیوں کی بات کرنی چاہتا تھا۔ نیکیاں وہ ہم کر رہے ہوں گے یہ ممکن ہے کہ اس کا فائدہ ان کو دوسرے کو پہنچ جائے ۔ یہ ایک اور حکمت کا راز ہمیں اس آیت پر غور کرنے سے معلوم ہوا اس لئے بعض دفعہ ہر حالت میں نہیں مگر بعض دفعہ بعض نیکیوں کا ثواب مرحومین کو پہنچتا ہے عمل کسی اور کا ہے اور ثواب کسی اور کو پہنچ رہا ہے۔

اس پہلو پر غور کرتے ہوئے مجھے اسیرانِ راہ مولا کا خیال آیا۔ بہت دعائیں کی ہیں ان کے لئے ،ساری جماعت دعائیں کر رہی ہے اور بہت دلوں میں درد ہے اور ساری دنیا کی جماعت کے دلوں میں درد ہے اور ابھی تک ان کا ابتلا لمبا ہو رہا ہے۔ مجھے اس شفاعت کے مضمون پر غور کرتے ہوئے خیال آیا کہ کیوں نہ ان کی خاطر ہم ہر دوسرے اسیر سے تعلق رکھنا شروع کر دیں۔ اسیران سے خواہ وہ راہ مولا کے اسیر ہوں یا کسی قسم کے اسیر ہوں، اسیران کی بہبود کے لئے کچھ نہ کچھ کریں تا کہ خدا کے فرشتوں سے ہمارا تعلق قائم ہو جائے۔ ان فرشتوں سے تعلق قائم ہو جائے جن کا اسیری کے مضمون پر مامور فرمایا گیا ہے، جو اسیروں کی رستگاری کا موجب بنا کرتے ہیں اور خدا کے ہاں جو مختلف قوانین جاری ہیں ان میں ایک یہ بھی قانون ہے کہ غلامی کو دور کرنے کے لئے خدا کے بعض نظام جاری ہیں وہ بعض دفعہ ہزاروں سال کی حرکت کے بعد مکمل ہوتا ہے ان کا دور اور بعض دفعہ چھوٹی حرکتوں میں ان کا دور مکمل ہو جاتا ہے لیکن یہ بھی اپنی ذات میں بہت وسیع مضمون ہے۔ بہر حال یہ تو قطعی بات ہے کہ اسیروں کی رستگاری کا جو نظام ہے وہ بھی ایک نظام ہے کوئی اتفاقی حادثات کا نتیجہ نہیں ہے اور اس میں خدا کے بعض فرشتے ملاء اعلیٰ پر مامور ہیں ان کے تابع پر ان گنت فرشتے دوسرے کام کر رہے ہیں۔ تو ہم ان کے لئے دعائیں تو کرتے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ ہمارا ان فرشتوں سے واقعۃً تعلق ہے؟ ہم تو ان سے دعائیں اپنی محبت کے نتیجے میں کر رہے ہیں جو ہر احمدی کو دوسرے احمدی سے ہو چکی ہے اور یہ محبت اتنی بڑھ چکی ہے کہ ذی القربیٰ کا مضمون اس میں آ جاتا ہے یعنی ہماری محبت اسی نوع کی ہوگئی ہے جیسے ماں کو بچے سے محبت ہوتی ہے۔ اس لئے ایک نفسانی تمنا جو ہے وہ بھی تو داخل ہوگئی۔ ہم مجبور ہیں اختیار ہی کوئی نہیں ہمیں ہم ان کے لئے غم کرنے پر، ان کے لئے دعائیں کرنے پر مجبور ہو چکے ہیں لیکن خدا کے کتنے اور بندے ہیں لکھوکھہا بندے

ہیں جو اسیری کے دکھ سہہ رہے ہیں ان میں مجرم بھی بہت ہوں گے کچھ معصوم بھی ہیں بلکہ بعض ممالک میں تو لاکھوں معصوم بندے ہیں خدا کے ان بیچاروں کے لئے چونکہ وہ خدا کی خاطر اسیری نہیں اجر کا بھی کوئی وعدہ نہیں بڑے ہی مظلوم لوگ ہیں۔

جماعت احمدیہ کو اگر ساری دنیا میں اس طرف توجہ پیدا ہو اور جیل خانوں میں جو لوگ جا سکتے ہیں نظام کے تابع جو پروگرام بنائے جا سکتے ہیں وہاں اسیروں سے رابطے پیدا کئے جائیں، ان کے دکھ معلوم کئے جائیں۔ میں جانتا ہوں کہ سمندر میں قطرے کے برابر کوشش ہوگی مگر ہمارے قطرے کے دائرے میں ہمارے مسائل تو حل ہو جائیں گے، جو ہمارا مقصد ہے وہ تو پورا ہو جائے گا۔ ایک اور مقصد بھی پورا ہوگا اس سے ہمارے اندر ایک جلا پیدا ہوگی۔ ہماری انسانی قدریں پہلے سے زیادہ چمک اٹھیں گی لیکن نیت یہ رکھیں کہ ہم اسیروں سے براہ راست تعلق قائم کریں تا کہ ان فرشتوں کی نظر میں آ جائیں جو اسیری کے کاموں پر مامور ہیں اور جس طرح ہم نے عمداً دنیا میں مشاہدہ کیا ہے کہ جس خدمت کے کام پر کوئی خاص تعلق سے اپنے دائرہ خدمت کو وسیع کرتا ہے خدا کے فرشتوں کا لازماً اس سے تعلق ہوتا ہے اور اس کے حق میں معجزے دکھاتے ہیں۔ اس طرح خدا تعالیٰ کے وہ فرشتے جو اس کام پر مامور ہیں ہمارے ان بھائیوں کے لئے اعجاز دکھائیں اور اس حد تک آپ اس مضمون کو آگے بڑھائیں کہ شفاعت کے مضمون میں یہ مضمون داخل ہو جائے اور آسمان پر خدا کے فرشتے اس کے حضور شفاعت کریں ان راہِ مولا میں اسیری کے دکھ اٹھانے والوں کے اب دن آسان فرما دے۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور نے فرمایا:۔

آج کچھ بعض مرحومین کی نماز جنازہ غائب ہوگی۔ پہلے تو ہمارے وکیل اعلیٰ مکرم چوہدری حمید اللہ صاحب کی بیگم کی والدہ یعنی ان کی ساس مکرمہ عائشہ بیگم صاحبہ اہلیہ عبدالجبار خان صاحب مرحوم کی اچانک وفات کی اطلاع ملی ہے۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔

پھر مکرمہ محمودہ بیگم صاحبہ مرحومہ موصیہ یہ بھی ہمارے سلسلے کے ایک کارکن سیّد منصور احمد بشیر کی والدہ تھیں، ان کی وفات کی اطلاع ملی ہے۔ اس کے ساتھ ہی اسی خاندان میں ایک دوسری وفات کا سانحہ بھی ہوا ہے یعنی مکرم اقبال احمد صاحب بھٹی یہ سیّد منصور احمد بشیر کے بہنوئی تھے تو اوپر تلے یہ

دونوں صدمے اکٹھے ان کو پہنچے، یہ اچانک حرکت قلب بند ہونے سے وفات پا گئے۔

پھر سلسلے کے ایک اور پرانے مخلص خادم جو کسی زمانے میں افسر حفاظت ہوا کرتے تھے کیپٹن بابا شیر ولی صاحب آف دریال ضلع چکوال ان کی بھی وفات کی اطلاع ملی ہے۔

پھر ایک ہمارے چوہدری محمد اسماعیل صاحب، مقبول احمد صاحب خالد کارکن دفتر وصیت کے والد تھے ان کی وفات کی اطلاع ملی ہے اور آخر پر گلزار احمد صاحب طاہر بدوملی ضلع سیالکوٹ کے چار ماہ قبل احمدی ہوئے تھے۔ پہلے شیعہ تھے اور شیعوں میں اپنے علم کی وجہ سے بڑا مقام رکھتے تھے ان کا بیٹا پہلے احمدی ہوا ہے اور اس کی لمبی کوششوں اور دعاؤں کے نتیجے میں یہ چند ماہ پہلے احمدی ہوئے اس لحاظ سے تو بہت نیک انجام کو پہنچے کہ وفات سے چند ماہ پہلے خدا تعالیٰ نے یہ توفیق عطا فرمائی۔

تو چھ مرحومین کی نماز جنازہ غائب جمعہ اور عصر کی نماز کے معاً بعد ہوگی۔